قرآن نہج البلاغہ کی نظر میں

محمد اصغر عسکری*

قرآن کے حقیقی پیغام کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے اُن اولیائے خدا کے کلام سے استفادہ کیا جائے، جن کی زندگی قرآن کی عملی تصویر ہے اور جن کی زندگی کا ہر لمحہ قرآنی دستور سے عبارت ہے۔ کیونکہ قرآن جیسے عظیم الٰہی تحفے اور مسلمانوں کی سب سے عظیم میراث کا ادراک وہی کر سکتا ہے جو خود ناطق قرآن ہو، اس نور الٰہی کو اس کی روح سمیت وہ بیان کر سکتا ہے جو خود نورانی اور نور ہو۔ جو قرآن کے نزول سے دس سال قبل سورہ مومنون کی تلاوت کرکے بتلادے کہ ہمارا رشتہ باطنی قرآن اور حقیقت قرآن سے ہے۔

انہی ہستیوں میں سے ایک عظیم ہستی کہ جن کا تعارف ہی رسول خداﷺ نے اسی حوالے سے کرایا ہے، امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی ذات گرامی ہے، جن کے بارے رسول خداﷺ نے فرمایا:

علی مع القرآن و القرآن مع علی (1)

یعنی: ''علی قرآن کے ساتھ میں اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔''

یعنی یہ رشتہ اور معیت برابری کی بنیاد پر قائم ہے۔ قرآن سے علی - کا رشتہ یک طرفہ نہیں، بلکہ دو طرفہ ہے۔ جیسے علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں، ویسے ہی قرآن بھی علیؑ کے ساتھ ہے۔ تو آیئے اس مختصر تحریر میں کلام امیر المومنین علیؑ کی روشنی میں قرآن کے مقام کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں اگرچہ حضرتؑ نے قرآن کے متعلق جو کلام نہج البلاغہ میں بیان کیا ہے۔ اگر اس تمام کلام کو بیان کیا جائے تو بحث طولانی ہو جائے گی۔ کیونکہ امامؑ نے ۲۰ سے زیادہ خطبات میں قرآن کی عظمت کو بیان کیا ہے اور کبھی ایک طولانی خطبے کے آدھے حصے میں مقام قرآن، قرآن کا امت مسلمہ کی زندگی میں کردار اور قرآن کے متعلق مسلمانوں کی ذمہ داریوں کو بیان فرمایا ہے۔ للذا اس مختصر تحریر میں نہج البلاغہ کے بعض خطباتِ امیر المومنین پر اکتفا کرتے ہیں۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا:

''وَ کِتَابُ اللهِ بَیۡنَ اَظۡهُرِکُمۡ نَاطِقٌ لَایَعۡیٰی لِسَانُهٗ وَبَیۡتٌ لَّاتُهۡدَمُ اَرۡکَانُهٗ وَعِزٌّلَاتُهۡزَمُ اَعۡوَانُهٗ'' (2)

یعنی: '' اور یہ خدا کی کتاب تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے ایسی بولنے والی کتاب ہے جو بولتے ہوئے کبھی تھکتی نہیں ہے اور ایسا گھر ہے جس کے ارکان منہدم نہیں ہوتے یہ وہ عزت ہے جس کے اعوان وانصار شکست خوردہ نہیں ہوتے۔''

گذشتہ امتوں میں اور بالخصوص بنی اسرائیل کے یہودیوں کے پاس آسمانی کتابیں نہیں ہوتی تھیں، عام افراد کی دسترس سے باہر تھیں، صرف تورات کے چند مخصوص نسخے علمائے یہود کے پاس ہوتے تھے، للذا عام لوگوں کے لیے تورات کی طرف رجوع کرنا ناممکن تھا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ یہ صرف قرآن کی خصوصیت ہے کہ وہ ہر فرد کی دسترس میں ہے اور اس عظیم الٰہی کتاب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ خود خداوند متعال نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہوئے فرمایا :

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (3)

یعنی: ''بے شک ہم ہی نے ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

---

*۔ استاذ، جامعۃ الرضا، بارہ کہو، اسلام آباد

مزید برآں پیغمبر گرامی اسلام نے قرآنی آیات کو حفظ کرنے کی بہت تاکید فرمائی، جس کے نتیجے میں آپؐ کے زمانے میں ہی مسلمانوں ایک بڑی تعداد نے قرآن حفظ کرلیا تھا۔ حضرت امیر المومنین نے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے کہ قرآن ایسی کتاب ہے جو آپ کے پاس موجود ہے۔ پھر فرمایا :

نَاطِقٌ لایَعْیِی

یعنی: ''ایسی بولنے والی کتاب ہے جو کبھی بولتے ہوئے تھکتی نہیں ہے جس کی زبان میں لکنت نہیں ہے۔''

قرآن کتاب ناطق یا صامت؟

حضرت امیر المومنینؑ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا :

صَامِتٌ نَاطِق (4)

یہ نکتہ قابل غور ہے کہ امامؑ نے ایک طرف سے قرآن کو صامت، یعنی؛ خاموش کہا ہے اور پھر ناطق بھی کہا ہے۔ یعنی؛ یہ کتاب خاموش بھی ہے اور بولنے والی بھی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے ؟

اس بارے میں محققین کہتے ہیں'' امامؑ کی یہ تعبیر حقیقت میں قرآن کے بارے میں دو مختلف قسم کے نظریات کی طرف اشارہ ہے :ایک نکتہ نظر، یہ ہے کہ یہ ایک مقدس کتاب ہے جو خاموش ہے کسی سے گفتگو نہیں کرتی اور کسی فرد کا اس سے رابطہ نہیں ہے، دوسرا نکتہ نظریہ ہے کہ قرآن ایک بولنے والی کتاب ہے اور تمام انسانوں کو اس نے اپنا مخاطب قرار دیا ہے۔ انہیں اپنی پیروی کی دعوت دی ہے اور اپنے پیروکاروں کو سعادت و خوش بختی کی نوید دی ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ قرآن کے بارے پہلا نظریہ کہ قرآن ایک صامت کتاب ہے اور چند کاغذوں پر مکتوب ہے، تمام مسلمان جس کا احترام کرتے ہیں ،اس کو چومتے ہیں، گھر میں اچھی جگہ پر اسے سجاتے ہیں اور بعض اوقات محافل میں اس کی حقیقت کو سمجھے بغیر اس کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ اگر اس نظر سے قرآن کو دیکھیں تو یقینا ایسے افراد کے لیے قرآن ایک صامت کتاب ہے اور ایسا نظریہ رکھنے والا فرد کبھی بھی قرآن کی آواز کو نہیں سن سکے گا اور قرآن کبھی بھی اس کی مشکل کو حل نہیں کرسکے گا۔ اور یہ نکتہ نظر درست نہیں ہے۔ للذا ضروری ہے کہ دوسرے نظریے کو قبول کیا جائے کہ جس کے مطابق قرآن، کتاب زندگی ہے، انسانیت کے لیے ایک آئین اور منشور ہے۔ للذا قرآن کے اس پہلو کو دیکھیں تو یہ عظیم کتاب صامت نہیں، بلکہ ناطق ہے، انسانوں سے گفتگو بھی کرتی ہے اور ہر میدان میں ان کی مکمل راہنمائی بھی کرتی ہے۔ (5)

حضرت کے اس جملے کی تشریح ایک اور انداز سے بھی کی جاسکتی ہے اور وہ یہ کہ قرآن کا مقام و مرتبہ بہت بلند تھا اور اس کلام الٰہی کی حقیقت، نزول کی کیفیت اور حقیقی شناخت عام انسانوں کے لیے ناممکن تھی۔ اور دوسری طرف سے اس عظیم کتاب کے نزول کا مقصد انسان کی ہدایت تھا، للذا اس عظیم کتاب نے اپنے اس عظیم مرتبے سے تنزل کیا ہے اور یہ حقیقت قرآنی، کلمات ،آیات اور جملوں کی شکل میں اتری ہے تاکہ انسان کے لیے اس کا سمجھنا اور پڑھنا آسان ہو جائے پھر بھی اس عظیم کتاب کی تمام آیات ایک عام انسان کے لیے قابل فہم نہیں ہیں، اور اس کی آیات کی گہرائی پیغمبر گرامی اسلام اور آئمہؑ جو کہ (راسخون فی العلم) ہیں کی تفسیر و تبین کے بغیر ممکن نہیں ہے للذا اس پہلو سے دیکھیں تو قرآن بہت سے افراد کے لیے صامت ہے۔ یعنی؛ اسے ائمہؑ کی تفسیر کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے ،اور دوسری طرف دیکھیں تو پیغمبرؐ اور ائمہؑ کی بیان کردہ تفسیر کی روشنی میں یہ کتاب ہر انسان کے لیے ناطق ہے۔

پس امامؑ کے اس جملے کا مفہوم یہ ہُوا کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے، جو تمہاری دسترس میں ہے اور ایسی بولنے والی کتاب ہے جو کبھی تھکتی نہیں ،انسانوں کو مسلسل فلاح وسعادت کی دعوت دیتی ہے ،اپنے پیروکاروں کو خوش بختی اور سعادت کی طرف بلا رہی ہے۔ للذا یہ کتاب اپنی ذمہ داری کی ادائیگی سے کبھی نہیں تھکتی۔

ایک اور خطبہ میں آپ فرماتے ہیں:

"ذٰلِكَ الْقُرآنُ فَاسْتَنْطِقُوهُ وَ لَن يَّنطِقَ وَ لٰكِنْ أُخْبِرُكُم عَنْهُ، أَلا اِنَّ فِيهِ عِلْمَ مَا يَأْتِي، وَ الْحَدِيثَ عَنِ الْمَاضِيْ، وَ دَوَاءَ دَائِكُم، وَ نَظْمَ مَا بَيْنَكُمْ"۔(6)

یعنی: "یہ وہ قرآن ہے جسے تم بلواؤاور یہ خود ہر گز نہیں بولے گا، لیکن میں تمہیں اس کے بارے بتاتا ہوں یاد رکھو! اس میں مستقبل کا علم ہے اور ماضی کی داستان ہے اس میں تمہارے درد کی دوا ہے اور تمہارے امور کی تنظیم کا سامان ہے۔"

امامؑ نے اس خطبہ میں فرمایا: "ولن ینطق" یہ قرآن ہر گز نہیں بولے گا تم اسے بلواؤ۔اس سے مراد یہ ہے کہ پیغمبرؐ اور ائمہ اطہارؑ کی بیان کردہ تفسیر کے بغیر یہ نہیں بولے گا اور تم اس سے استفادہ نہیں کر پاؤ گے، کیونکہ قرآن الٰہی علوم و معارف کا ایک ایسا سمندر رہے کہ عالم غیب سے مرتبط ہستیاں ہی اس کی گہرائی میں غوطہ ور ہو سکتی ہیں اور اس کی تہہ سے انسانیت ساز گرانبہا گوہر و موتی حاصل کر سکتی ہیں۔اسی لیے خداوند متعال نے پیغمبرؐ اور علوم اہل بیتؑ کی روشنی میں ان عظیم معارف کے سمندر سے مستفید ہونے کا حکم دیا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ ائمہ طاہرینؑ کو قرآن ناطق کیا گیا ہے۔اور خود ائمہؑ نے بھی قرآن کے حقیقی وارث کے طور پر اپنا تعارف کرایا ہے۔ ایک صحابی امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کرتا ہے: مولیٰ آپ کا علم کتنا ہے؟ امامؑ نے فرمایا جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے، جو کچھ گزر چکا ہے اور جو کچھ آنے والا ہے، میں جعفر صادقؑ ان سب کو جانتا ہوں، پھر خود امامؑ نے وضاحت کی کہ یہ تمام علوم قرآن میں ہیں۔

پس حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے اس جملے میں جب یہ فرمایا کہ یہ قرآن ہمارے علوم کے بغیر بات نہیں کرتا تو پھر فرمایا "الا اخبرکم عنہ" آؤ پس میں آپ کو بتاتا ہوں کہ قرآن کیا ہے؟ "ألا أنّ فیه علم ما یأتی" فرمایا جو کچھ تمہاری ضرورت ہے وہ قرآن میں موجود ہے اس میں گزشتہ کا علم ہے، آئندہ کا علم ہے تمہارے دردوں کی دوا ہے اور تمہارے امور کو تنظیم کرنے کا سامان ہے۔

انسانی زندگی میں قرآن کا کردار

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اس کلام میں انسان کی تمام مشکلات کا حل قرآن کو قرار دیا ہے، فرمایا اس میں تمہارے دردوں کی دوا ہے، انفرادی اور اجتماعی ہر قسم کے درد کی دوا ہے، اور قرآن شفا بخش نسخہ ہے لہٰذا اس شفا بخش نسخے کو گہرائی سے سمجھنا چاہیے تاکہ انسان کی انفرادی و اجتماعی مشکلات و دردوں کا علاج کیا جا سکے، اسی سے یہ مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جب ان انفرادی و اجتماعی مشکلات کا علاج قرآن سے ہی ممکن ہے تو ضروری ہے کہ پہلے ان مشکلات کو پہچانا جائے۔ کیونکہ جب تک بیماری کی درست تشخیص نہیں ہو گی، اس کا علاج ممکن نہیں ہے۔

حضرت نے اپنے ایک اور خطبے میں اسی مطلب کو یوں بیان فرمایا ہے:

دواء لیس بعدہ دُاءٌ

یعنی: "قرآن ایک ایسا معالج ہے کہ جس کے علاج کے بعد کبھی بیماری نہیں آئے گی۔"

اور شاید یہی فرق ہے دنیا کے جسمانی معالج میں اور قرآن جیسے حقیقی معالج میں کہ دنیا کے معالج جب علاج کرتے ہیں تو کوئی بھی اس بات کی ضمانت نہیں دیتا کہ آئندہ یہ بیماری ختم ہو جائے گی یہ صرف قرآن کی خصوصیت و انفرادیت ہے کہ جس کے معالجے کے بعد آئندہ بیمار نہ ہونے کی ضمانت موجود ہے۔

قرآن میں تمام مشکلات کا حل ہے، مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پر ہمارا ایمان و یقین بھی ہونا چاہیے اور دل کی گہرائی سے ہمیں اس کا ادراک کرنے کی ضرورت ہے، آج اگر اتنا عظیم معالج ہونے کے باوجود امتِ مسلمہ مشکلات میں گھری ہوئی نظر آتی ہے تو اس کی بڑی وجہ قرآن سے دوری ہے۔اور علامہ اقبال نے بھی شاید اسی درد کو بیان کیا ہے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن　　نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

یعنی اگر تو مسلمان بن کر زندگی گزارنے کا خواہشمند ہے

توقرآن کے بغیر ایسی زندگی ممکن نہیں ہے

ایک عام فہم بات ہے کہ ڈاکٹر جب کسی مریض کو نسخہ لکھ دے، اگر مریض اس نسخے کو چومتا رہے، سینے سے لگاتا رہے تو کبھی بھی تندرست نہیں ہوگا اسے چاہیے تھا کہ میڈیکل سٹور سے دوا خریدتا پھر ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق استعمال کرتا تب اس کی مشکل حل ہوتی۔

قرآن بھی انسانوں کے انفرادی واجتماعی تمام دردوں کا معالج ہے۔لہٰذا قرآن کا بھی صرف ظاہری احترام کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ روحِ قرآن اور قرآن کے حقیقی پیغام کو سمجھنا ضروری ہے۔البتہ اس نکتہ کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ قرآن میں تمام مسائل ومشکلات کا حل موجود ہے تو اس سے مراد قطعاً یہ نہیں ہے کہ قرآن مسائل حل کرنے کی کوئی کتاب ہے اور قرآن نے پہلے ایک ایک مسئلہ اور مشکل کو بیان کیا ہو اور پھر ترتیب سے اس کا حل بتایا ہو بلکہ قرآن نے کلی اصول بتائے ہیں کہ جن پر عمل کرکے تمام انسان دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔

آیت اللہ مصباح لکھتے ہیں : بعض کم علم ،بے بصیرت لوگ امام علی علیہ السلام کے اس :'' جملے کہ قرآن میں تمام دردوں کی دوا ہے ''کی غلط تشریح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان دردوں اور مشکلات سے مراد صرف انفرادی اور معنوی واخلاقی مشکلات ہیں۔(7)

جب کہ یہ تشریح نادرست ہے بلکہ ان مشکلات سے انفرادی واجتماعی دونوں قسم کی مشکلات مراد ہیں اور اس پر حضرت علیؑ کا یہ کلام شاہد ہے۔آپ نے فرمایا

اذا التسبت علیکم الفتن کقطع اللیل المظلم فعلیکم باالقرآن(8)

یعنی: '' جب آپ پر فتنے، تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح متشبہ ہوجائیں تو تم پر قرآن کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔''

پھر حضرت نے اپنے اسی خطبے میں فرمایا !''ونظم ما بینکم ''یعنی قرآن ایسی کتاب ہے جس میں تمہارے امور کو منظّم کرنے کا سامان موجود ہے۔یعنی ؛یہ کتاب تمہارے اجتماعی روابط و تعلقات کو معین کرتی ہے۔اس مطلب کی وضاحت سے قبل ایک مقدمے کا بیان کرنا ضروری ہے کہ کسی بھی سیاسی واجتماعی نظام کا سب سے بڑا مقصد اجتماعی نظم وامنیت کو قائم کرنا ہوتا ہے۔ہر حکومت کی سب سے بڑی ذمہ داری یہی ہوتی ہے یا کم از کم دنیا میں حاکم ہر سیاسی نظام کا نعرہ یہی ہوتا ہے اور وہ نظام اپنے آپ کو اجتماعی نظم وامنیت کا سب سے بڑا پاسدار گردانتا ہے۔

لہٰذا قرآنی اور دینی ثقافت ایسے ہی سیاسی نظام کا تصور پیش کرتی ہے جو انسان اور کائنات کی تخلیق کا مقصد بتائے، دنیا وآخرت میں انسان کی سعادت کی ذمہ دار ہو۔جو کچھ اسلام وقرآن کے پیش نظر ہے وہ انسان کی سعادت اور تکامل ہے،اس مختصر مقدمے کے بعد اب آتے ہیں حضرتؑ کے اس جملے کی طرف، حضرت کی یہ تعبیر معجزانہ ہے اور آپ نے اس میں اجتماعی نظم وامنیت میں قرآن کے کرادر کو واضح فرمایا ہے۔فرمایا ''ونظم ما بینکم ''یعنی ؛اگر تم ایسا نظم چاہتے ہو جس کے نتیجے میں تمام انسان اپنے جائز حقوق کو حاصل کر سکیں تو تمہیں چاہیے کہ تم اپنی زندگی کو قرآن کے بتائے ہوئے اصولوں پر قائم رکھو''ونظم وما بینکم ''میں ''بینکم '' سے پتا چلتا ہے کہ اس سے مراد اجتماعی نظم ہے نہ انفرادی نظم۔

حضرتؑ اسی خطبے میں فرماتے ہیں: قرآن ایک ایسا واعظ ہے جو اپنے پیروکاروں سے کبھی خیانت نہیں کرتا اور ایسا ہادی ہے جو کبھی گمراہ نہیں کرتا اور ایسا خطیب ہے جو کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیتا اور جس نے بھی اس کتاب کی ہم نشینی اختیار کی اور اس عظیم کتاب میں غور وفکر وتدبر کیا تو اس کی ہدایت میں اضافہ ہوا اور اس کی گمراہی میں کمی آئی۔

قرآن کی پیروی اور انسانی ضرورتیں:

آپؑ نے فرمایا:

''وَ اعلَمُوا أَنَّهُ لَیسَ عَلیٰ اَحدٍ بَعدَ القُرآنِ مِن فَاقَةٍ وَ لَالِأحَدٍ قَبلَ القُرآنِ مِن غِنًی فَاستَشفُوهُ مِن اَدوَائِکُم وَ استَعِینُوا بِهِ عَلیٰ لَأوَائِکُم فَاِنَّ فِیهِ شِفَاءً مِن أکبَرِ الدَّاءِ وَ هُوَ الکُفرُ وَ النِّفَاقُ وَ الغَیُّ وَ الضَّلَالُ۔'' (9)

یعنی: ''اور جان لو قرآن کے بعد کوئی بھوکا نہیں رہ سکتا اور نہ قرآن سے پہلے کوئی بے نیاز ہو سکتا ہے اپنی بیماریوں میں اس سے شفا حاصل کرو اور اپنی مصیبتوں میں اس سے مدد مانگو کہ اس میں بدترین بیماری کفر و نفاق اور گمراہی و بے راہ روی کا علاج بھی موجود ہے ،اس کے ذریعے اللہ سے سوال کرو اور اس کی محبت کے وسیلے سے اس کی طرف رخ کرو اور اس کے ذریعے مخلوقات سے نہ مانگو اور یاد رکھو وہ ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت مقبول ہے اور ایسا بولنے والا جس کی باتیں مصدقہ ہے جس کے لیے قرآن روز قیامت شفاعت کرے گا اس کے حق میں شفاعت قبول ہے۔''

اس عظیم خطبے میں حضرت نے فرمایا کہ قرآن جس معاشرے پر حاکم ہو وہاں کوئی محتاج و ضرورت مند باقی نہیں رہتا، کیونکہ قرآن موحدین کی زندگی کو منظّم کرتا ہے اور خداوند متعال نے قرآن کے پیروکاروں کو دنیا میں عزت اور آخرت میں ان کی نجات کی ضمانت دی ہے ،قرآن انسان کی انفرادی و اجتماعی مادی و معنوی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

اور پھر حضرت نے فرمایا:

وَلَالِأَحَدٍ قَبلَ الْقُرآنِ مِن غِنًى

یعنی: ''قرآن کے بغیر کسی کی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی اور قرآن کے بغیر کوئی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔''

یعنی؛ قرآن کے بغیر انسانی اقدار اور عدل و انصاف کی بنیاد پر کبھی معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا، پس تم اپنی مشکلات کا علاج قرآن سے طلب کرو اور سختیوں و مصیبتوں میں قرآن سے مدد مانگو۔ پھر حضرتؑ نے اپنے کلام میں سب سے بڑی بیماری کو بیان کیا کہ تمہاری انفرادی و اجتماعی بیماریوں میں سے سب سے بڑی بیماری کفر و گمراہی اور نفاق ہے اور اس کا علاج قرآن میں موجود ہے۔ للذا تم قرآن کی طرف رجوع کرو۔

حضرتؑ نے ایک اور خطبہ میں ارشاد فرمایا:

''ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيهِ الْكِتَابَ نُوراً لَاتُطْفَأُ مَصَابِيحُهُ وَسِرَاجاً لَايَخْبُو تَوَقُّدُهُ وَبَحْراً لَايُدْرَكُ قَعْرُهُ'' (10)

یعنی: ''پھر خداوند متعال نے اپنے پیغمبرؐ پر قرآن کو ایک نور کی صورت میں نازل فرمایا کہ جس کی قندیلیں کبھی بجھ نہیں سکتیں، اور ایسے چراغ کے مانند کہ جس کی لو کبھی مدھم نہیں پڑ سکتی اور ایسے سمندر کے مانند جس کی تھاہ مل نہیں سکتی۔''

حضرت نے اس خطبے میں قرآن کی توصیف کرتے ہوئے تین خوبصورت تشبیہات کو بیان فرمایا ہے، سب سے پہلے قرآن کو نور کہا ہے اور فرمایا ایسا نور ہے کہ جس کے چراغ کبھی نہیں بجھتے ،نورِ قرآن دوسری تمام روشنیوں سے مختلف ہے معقول کو محسوس سے اگر تشبیہ دی جائے تو قرآن کے نور کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ قرآن بجلی کے اس عظیم منبع کی مانند ہے کہ جو تاریک راتوں میں تاروں کے ذریعے بڑے راستوں میں جس سے بڑے بڑے چراغ جلتے ہوں اور سڑک کے کنارے اور چوکوں پر سائن بورڈ لگے ہوں جو راستے کی راہنمائی کر رہے ہوں اور خطرناک پہاڑی راستوں میں جہاں گرنے کے خطرات موجود ہوں وہاں یہ سائن بورڈ راہنمائی کریں تا کہ مسافر اپنی منزل تک پہنچ جائیں قرآن بھی دینی معاشرے میں یہی کردار ادا کرتا ہے اس فرق کے ساتھ کہ قرآن کے جلائے ہو یہ چراغ ہمیشہ روشن ہیں کبھی بجھے نہیں ہیں نیتجاً حق کا راستہ کبھی بھی تاریک نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ روشن واضح ہے۔

اسی خطبہ میں آگے بڑھ کر حضرت علیؑ ارشاد فرماتے ہیں:

''نُوراً لَيسَ مَعَهُ ظُلْمَةٌ'' (11)

یعنی: قرآن وہ نور ہے جس کے ہوتے ہوئے ظلمت و تاریکی کا امکان نہیں ہے۔

اس لئے کہ یہ آسمانی کتاب ایسے چراغ اور قندیلیں رکھتی ہے جو اس سے نور حاصل کرتی ہیں اور ہمیشہ ہدایت و سعادت کی راہوں کو روشن رکھتی ہیں۔

قرآن راہ نجات

انسان کی زندگی کا سب سے اہم مقصد وہدف اس کی اخروی اور ابدی زندگی کو سعادت مند بنانااور کامیابی ہو ناچاہیے کیونکہ دنیا کی اس زندگی عارضی اور آخرت کا مقدمہ ہے انسان کی مثال اس دنیا میں اس مسافر جیسی ہے کہ جو کسی اجنبی شہر میں روزی کمارہا ہے قناعت سے گزر بسر کرکے اپنی کمائی کو اپنے شہر بھیجتا ہے تاکہ اپنے لیے اچھا گھر بنائے تاکہ جب اپنے وطن کو واپس لوٹے تو خوشحال زندگی گزار سکے۔

حضرت علیؑ نے اسی مطلب کو خوبصورت تشبیہ دیتے ہوئے بیان فرمایا ہے اور لوگوں کو قرآن پر عمل کرنے اور اس کے بتائے ہوئے دستور زندگی کو اپنانے کی دعوت دی ہے۔

آپ نے فرمایا:

”فَاسْئَلُوا اللہَ بِهِ وَ تَوَجَّهُوا اِلَيهِ بِحُبِّهِ وَ لاتَسْئَلُوا بِهِ خَلْقَهُ اِنَّهُ مَا تَوَجَّهَ العِبَادُ اِلَى اللهِ بِمِثْلِهِ وَ اعْلَمُوْا اَنَّهُ شَافِعٌ وَ مُشَفَّعٌ وَ قَائِلٌ مُصَدِّقٌ وَ أَنَّهُ مَن شَفَعَ لَهُ الْقُرآنُ يَومَ الْقِيَامَةِ شُفِّعَ فِيهِ وَ مَن مَّحَلَ بِهِ الْقُرآنُ يَومَ الْقِيَامَةِ صُدِّقَ عَلَيهِ“ ۔(12)

یعنی: ” قرآن کے ذریعے سے اللہ سے مدد مانگو اور اسی کی دوستی کو لیے ہوئے اس کا رخ کرو اور اسے لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ یقینا بندوں کے لیے خدا کی طرف متوجہ ہونے کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہے تمہیں معلوم ہو نا چاہیے کہ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مقبول اور ایسا کلام کرنے والا ہے جس کی ہر بات تصدیق شدہ قیامت کے دن جس کی یہ شفاعت کرے گا وہ اس کے حق میں مانی جائے گی ،اور اس روز جس کے عیوب یہ بتائے گا تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔“

حضرت نے اس خطبہ میں لوگوں کو قرآن کی پیروی کرنے کی دعوت دی ہے اور فرمایا ہے کہ قرآن کے دستور کی پیروی کرکے اپنے اجتماعی و انفرادی دردوں کا معالجہ کرو اور قرآن پر عمل کرکے خدا سے قربت حاصل کرو اور قرآن کو دوسرے لوگوں سے مدد لینے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ قیامت کے دن ایک ندا دینے والا پکار کر کہے گا کہ دیکھو! قرآن کی کھیتی بونے والوں کے علاوہ ہر بونے والا اپنی کھیتی اور اپنے اعمال کے نتیجہ میں مبتلا ہے لہٰذا تم قرآن کی کھیتی بونے والے اور اس کے پیروکار رہو اور اپنے پروردگار تک پہنچے کے لیے اسے دلیل راہ بناؤ اور اپنے نفسوں کے لیے اس سے پند و نصیحت چاہو اور اس کے مقابلے میں اپنی خواہشوں کو غلط و فریب خوردہ سمجھو۔

*****

حوالہ جات

1۔المستدرک،حاکم نیشاپوری ج ۳، ص۱۲۱

2۔ نہج البلاغہ ،ادارہ نشر معارف اسلامی لاہور، مترجم مفتی جعفر حسین، خطبہ نمبر۱۳۱

3۔الحجر/۹

4۔ نہج البلاغہ ، خطبہ نمبر ۱۴۵، مفتی جعفر حسین

5۔قرآن درآئینہ نہج البلاغہ ، ص۱۵،آیت اللہ مصباح یزدی

6۔ نہج البلاغہ ، خطبہ ۱۵۶، ص ۴۱۵، مفتی جعفر حسین

7۔قرآن درآئینہ نہج البلاغہ ، ص۱۷

8۔بحارالانوار، ج ۷۴، ص۱۳۶، باب ۶

9۔ نہج البلاغہ ، خطبہ نمبر ۱۷۴، ص ۴۶۰، مفتی جعفر حسین

10۔ نہج البلاغہ ، خطبہ نمبر۱۹۶، ص۵۵۹، مفتی جعفر حسین

11۔ نہج البلاغہ ، خطبہ نمبر۱۹۶، ص ۵۶۰، مفتی جعفر حسین

12۔ نہج البلاغہ ، خطبہ نمبر ۱۷۴، مفتی جعفر حسین